قرآن کریم کی ہر بھلائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی مل سکتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍ مارچ ۱۹۷۸ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلامی تعلیم محض ایک فلسفہ نہیں ہے بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ انسان اس پر عمل کر کے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرے۔ اسلامی تعلیم کا تعلق انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو سے ہے۔ اجتماعی زندگی کی اجتماعی ذمہ داریوں سے بھی اس کا تعلق ہے اور فرد فرد کے حقوق بھی یہ بیان کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق انسان پر ہیں ان پر بھی یہ روشنی ڈالتی ہے۔ یہ تعلیم اللہ تعالیٰ کے حسن کو ظاہر کرتی اور اس کے احسان کو جو اس نے اپنی مخلوق پر کئے ہیں بیان کر کے خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت انسان کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ کامل اور مکمل تعلیم ہے اسی لئے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰن (تذکرہ صفحہ ۷۸) کہ ہر قسم کی بھلائی قرآن کریم میں پائی جاتی ہے لیکن صرف کتاب میں تعلیم کا ہونا انسان کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ اس پر عمل کرنے والا ایک کامل نمونہ انسان کے سامنے نہ ہو۔ اس لئے کہا کُلُّ بَرَکَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ (تذکرہ صفحہ ۳۵) کہ قرآن کریم خیر تو ہے لیکن اس کی ہر خیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر قسم کے ادوار میں سے گزری۔ آپ غریب بھی رہے اور آپ محکوم بھی رہے اور آپ کے قدموں میں دنیا کی دولتوں کے انبار بھی

جمع ہوئے اور آپ بادشاہ بھی بنے۔مختلف انسانوں کی زندگیاں ہمارے سامنے آتی ہیں آپ ہر پہلو سے ان کے لئے ایک نمونہ بنے ۔اس کی تفصیل میں جانا تو مشکل ہے لمبا مضمون ہے۔ آپ کا جاگنا، آپ کا سونا، آپ کا اٹھنا، آپ کا بیٹھنا، آپ کا خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا اور آپ کا انسان کی خدمت میں محو رہنا، آپ کا خدا تعالیٰ کی محبت میں تڑپنا اور آپ کا انسان کے دکھوں کو دور کرنے کے لئے اذیت اور تکلیف اٹھانا غرض کس کس بات کا ذکر کریں آپ ہر پہلو سے ہماری زندگیوں کے لئے ایک نمونہ کامل ہیں اور ہر خیر قرآن کریم سے ہی ملتی ہے۔قرآن کریم سے باہر کوئی خیر ہمیں نظر نہیں آتی۔

ہم نے بڑا غور کیا اور بالآخر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو استعدادیں اور صلاحیتیں ہر فرد کو دی ہیں ان کی صحیح نشوونما ہو۔اس نشوونما کے لئے ایک تو فرد کی اپنی کوشش ہے لیکن قرآن کریم سے ہمیں پتا لگتا ہے فرد کی اپنی کوشش ہی کافی نہیں اگر وہ کافی ہوتی تو تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى (المآئدۃ:۳) کا حکم نہ دیا جاتا۔پس چونکہ فرد کی اپنی کوشش کافی نہیں اس لئے کہا گیا کہ بِرّ اور تقویٰ میں آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔انسان کو جو صلاحیتیں دی گئی ہیں ان کی معراج، ان کا آخری نقطہ جو بلندیوں کی طرف ختم ہوتا ہے وہ انسان کا روحانی ارتقاء ہے جو کہ خدا تعالیٰ کے قرب پر منتج ہوتا ہے اور جس کے نتیجے میں اسے اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل ہوتا ہے۔اس لئے ہر قسم کی صلاحیتیں جن میں روحانی صلاحیتیں بھی شامل ہیں اور باقی قوتیں اور استعدادیں جن کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ ہے یا اس کے ذہن اور فراست کے ساتھ ہے یا اس کے اخلاق کے ساتھ ہے وہ سب روحانی نشوونما کے لئے ممد اور معاون ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا ہے یہ محض فرد فرد کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ یہ اجتماعی ذمہ داری بھی ہے اور ہماری جماعت کی اجتماعی ذمہ داری یا ہماری جماعتی ذمہ داری محض یہ نہیں ہے کہ ہم چندے ادا کریں اور بس۔ بلکہ چندے تو ہم کسی غرض کے حصول کے لئے خدا کی راہ میں دیتے ہیں۔ چندے یعنی اپنے مال کے کچھ حصے ہم خدا کی راہ میں اس لئے دیتے ہیں کہ ہمیں جو کہا گیا ہے کہ بچوں کی تربیت کا خیال رکھو اس اجتماعی ذمہ داری کے نباہنے میں خرچ بھی آئے گا اس میں ہم حصہ لیں تا کہ کمزوری نہ پیدا ہو جائے۔

میں نے پچھلے خطبہ میں کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد چوتھی نسل کی پیدائش شروع ہو چکی ہے اور اس کو سنبھالنا خاص طور پر ضروری ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ چوتھی نسل کے جو بچے پیدا ہو رہے ہیں جب وہ جوان ہوں گے یا جب ان میں سے بہت سے جوان ہوں گے (کیونکہ ہر نسل کے بچے آگے پیچھے پیدا ہوتے ہیں) تو اس وقت جماعت احمدیہ خدا کی راہ میں اپنی جدوجہد میں غلبہ اسلام کے لئے اپنی کوششوں میں ایک ایسے زمانہ میں داخل ہو چکی ہوگی جس کو ہمارے نزدیک غلبۂ اسلام کا زمانہ کہا جانا چاہیئے۔ جیسا کہ میں نے اعلان کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کی زندگی کی دوسری صدی غلبۂ اسلام کی صدی ہے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں جو کہ غلبۂ اسلام کا زمانہ ہے جماعت پر نئی ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں اور پہلے سے بھاری ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں اور پہلے سے زیادہ وسیع ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں۔ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جب غلبۂ اسلام شروع ہو جائے گا اور ہم امید رکھتے ہیں اور ہم دعائیں کرتے ہیں اور ہماری کوشش ہے کہ جماعت کی زندگی کی دوسری صدی کے اندر (جس کے شروع ہونے میں اب دس گیارہ سال رہ گئے ہیں) اسلام دنیا کے اکثر حصوں میں غالب آ جائے گا۔ غالب آنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام کی حکومتیں قائم ہو جائیں گی بلکہ غالب آنے کے یہ معنی ہیں کہ اسلام بنی نوع انسان کے دلوں کو موہ لے گا اور بنی نوع انسان کی اکثریت اسی طرح خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے لگے گی جس طرح کہ ہم امید رکھتے ہیں کہ آج احمدیوں کی بڑی بھاری اکثریت خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والی ہے۔ پس جب یہ نئے داخل ہونے والے اسلام کے اندر داخل ہوں گے تو وہ کہیں گے کہ ہمیں اسلام سکھاؤ وہ کہیں گے کہ ہمارے سامنے عملی زندگی میں اسلام کے نمونے پیش کرو۔ اس وقت جو آج زندہ ہیں ان میں سے خدا جانے کون زندہ ہوگا اور کون نہیں ہوگا لیکن بڑی بھاری اکثریت میں وہ لوگ ہوں گے جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں چوتھی نسل سے ہے۔ پس اس نسل کو سنبھالنا خاص طور پر ضروری ہے۔ اس میں ایک تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی چوتھی نسل ہے اور ایک جماعت کی چوتھی نسل ہے اور میں اس بات پر غور کر رہا تھا تو مجھے خیال آیا کہ

جماعت کے لحاظ سے چوتھی نسل میں جو کہ جماعت کی ذمہ داری بن گئی ہے وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے آبا و اجداد تین نسلوں تک جماعت کی مخالفت کرتے رہے اور چوتھی نسل جماعت میں داخل ہوگئی۔ ایسے لوگ ہر روز داخل ہورہے ہیں۔ آپ کے سامنے ہر روز کی تصویر نہیں آتی میرے سامنے تو آتی ہے کہ جو لوگ آج احمدیت میں داخل ہورہے ہیں یا کل ہفتہ والے دن داخل ہوں گے یا پرسوں اتوار کے دن داخل ہوں گے ان کے آبا و اجداد تو احمدی نہیں تھے۔ان میں سے بعض سخت مخالفت کرنے والے تھے، بعض بے تعلق رہنے والے تھے اور ان کو کوئی توجہ نہیں تھی، بعض سمجھتے تھے کہ حقیر سی جماعت ہے ہمیں اس کی طرف توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے وغیرہ بہرحال ان کا اس مہم میں کوئی حصہ نہیں تھا لیکن خدا تعالیٰ اپنے رحم کے نتیجہ میں ان کو اس طرف لے آیا اور وہ اس بات کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ زمانہ اسلام کے غلبہ کا ہے، اس زمانہ میں اصلاح کی ضرورت ہے، اس زمانہ میں دیانت اور امانت کو قائم کرنے کی ضرورت ہے، اس زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی ضرورت ہے اور اس زمانہ میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے دنیا میں عملاً اسلام کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ وہ جماعت میں داخل ہوگئے۔

یورپ وغیرہ میں جب ہم اسلام کی تعلیم پیش کرتے ہیں تو بسا اوقات یہ سوال کردیا جاتا ہے کہ تعلیم تو بہت اچھی ہے لیکن ہمیں یہ بتائیں کہ اس پر عمل کہاں ہورہا ہے اس سوال کا جواب میری اور آپ کی زبان نے نہیں دینا بلکہ اس کا جواب میرے اور آپ کے عمل نے دینا ہے۔ جس زمانہ میں ہم عنقریب داخل ہورہے ہیں اس میں ہم امید رکھتے ہیں کہ غیر مسلم دنیا کثرت سے اسلام کی طرف متوجہ ہوکر اسلام میں داخل ہونا شروع ہوجائے گی۔ وہ لوگ نمونے کا اور دلائل کا اور آسمانی نشانوں کا مطالبہ کریں گے وہ پوچھیں گے کہ اسلام لاکر ہمیں کیا حاصل ہوگا؟ ان کو خدا کا پیار حاصل ہوگا اور سب سے بڑی چیز تو یہی ہے۔ وہ کہیں گے کہ اگر خدا کا پیار حاصل ہوتا ہے تو ایک تو ہمیں دکھاؤ کہ تمہیں کس طرح حاصل ہوا اور دوسرے پھر ہمارے لئے بھی اس کے دروازے کھلنے چاہئیں۔ دروازہ کھولنا تو میرا کام نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن مشاہدہ کرنا میرا اور آپ کا کام ہے اور ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ عیسائیوں میں سے اور

کمیونسٹوں میں سے جو لوگ عیسائیت اور کمیونزم کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیئے اور وہ سچی خوابیں دیکھنے لگے اور ان کو الہام ہونے شروع ہوئے اور خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے انہوں نے اپنی زندگیوں میں دیکھے اور ایک زندہ خدا سے تعلق انہوں نے اپنی زندگیوں میں محسوس کیا۔ جو لوگ اب آئیں گے وہ یہ نہیں کہیں گے کہ ہم ایک کلب کو چھوڑ کر دوسرے کلب میں داخل ہونا چاہتے ہیں بلکہ وہ کہیں گے کہ ہم ایک نظام زندگی کو (جس سے کہ ہم تنگ آئے ہوئے ہیں) چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام زندگی میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ہمیں بتاؤ کہ وہ نظام کیا ہے، ہمیں اس کی تعلیم دو، ہمارے سامنے اس کے نمونے پیش کرو۔

یہ جو اجتماعی ذمہ داری ہے اس پر پیسہ خرچ ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے نئی کتابیں چھپنی چاہئیں کیونکہ دنیا کے موجودہ حالات کو مدنظر رکھ کر احمدیوں کی چوتھی نسل کو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو چوتھی نسل احمدیت میں داخل ہو رہی ہے اس کو ہم نے علم دینا ہے۔ ان کو ہم نے قرآن کریم کے حقائق بتانے ہیں۔ ان کو ہم نے قرآن کریم کے حسن سے آشنا کرنا ہے، ان کے سامنے ہم نے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو پیش کرنا ہے اور ان کی ہم نے تربیت کرنی ہے۔ یہ امر تربیت چاہتا ہے کہ عبادت میں وقت گذارو، خدا تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کرو اور اس کی کبریائی کا اعلان کرو، اسی کو سب کچھ سمجھو اور اسی کے لئے ہو جاؤ۔ اپنی ساری زندگی اس کے حضور پیش کر دو۔ کچھ اس کے سامنے اور کچھ شیطان کے سامنے پیش نہ کرو۔ تقسیم نہ کرو اور اپنی زندگی کے حصے بخرے نہ بناؤ بلکہ سب کچھ خدا کے سامنے پیش کرو اور پھر خدا سے سب کچھ لے لو۔ اس اجتماعی کوشش کے لئے پیسے کی ضرورت ہے اور جماعت خدا کے فضل سے بڑی قربانی کرتی ہے۔ جماعت میں نئے داخل ہونے والوں کو یا جماعت میں نئے جوان ہونے والوں کو شاید سمجھ نہ آ رہی ہو کہ جماعت کتنی بڑی قربانی دے رہی ہے اور کیوں دے رہی ہے مگر ہمیں تو سمجھ آ رہی ہے لیکن جو جماعت سے باہر ہیں ان کو تو بالکل سمجھ نہیں آ رہی۔ وہ تو ہمیں پاگل سمجھتے ہوں گے لیکن خدا تعالیٰ ہمیں پاگل نہیں سمجھتا۔ پیار اور جنون دونوں کو دنیوی محاورہ میں بعض دفعہ ایک ہی چیز قرار دے دیا جاتا ہے چنانچہ دنیا کہتی ہے جنون مگر خدا کہتا ہے

مجھ سے پیار۔ پس اس غرض سے کہ اگلی نسلیں بھی خدا تعالیٰ سے ویسا ہی پیار کرنے لگیں جیسا کہ انہیں کرنا چاہیئے اور پھر خدا سے پیار کر کے وہ اپنے زمانہ کے بوجھوں کو برداشت کرنے کے لئے اس سے طاقت حاصل کرنے والے بنیں ان کی تربیت کی ضرورت ہے۔

طاقت ہم اپنے گھر میں نہیں پیدا کر سکتے جب تک خدا جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ اور منبع ہے ہمیں طاقت عطا نہ کرے ہم میں طاقت پیدا نہیں ہو سکتی۔ دین کی راہ میں قربانی کی طاقت اموال سے نہیں پیدا ہوتی۔ جب کفارِ مکہ نے اسلام کو مٹانے کے لئے مدینہ پر چڑھائیاں کرنی شروع کیں اور اسلام کے خلاف مستقل طور پر اعلانِ جنگ کر دیا تو جو بدر کے میدان کی طرف ۳۱۳ مسلمان گئے تھے ان کے پاس اپنی کیا طاقت تھی؟ ننگے پاؤں، پہننے کو کپڑا نہیں، کند اور ٹوٹی ہوئی تلواریں کیا وہ طاقت تھی ان کی؟ اپنی طرف سے تو وہ وہی طاقت پیدا کر سکے تھے نا۔ لیکن ان کو جو خدا نے طاقت دی تھی وہ یہ تھی کہ وہ جو سیوفِ ہندی پر ناز کرنے والے تھے ان کو انہوں نے شکست دے دی۔ سیف ہندی یعنی ہندوستان کی تلوار اس وقت وہاں بڑی مشہور تھی اور بڑی مقبول تھی بہت اعلیٰ درجے کی بنی ہوتی ہے اور اس کی بڑی کاٹ ہے اور بڑی ضرب ہے اور بڑا مقابلہ کرتی ہے اور لڑائی میں بڑی قابلِ اعتماد ہے جب تلواریں ٹکراتی ہیں تو وہ ٹوٹتی نہیں لیکن ان ٹوٹی ہوئی تلواروں نے ان کو توڑ دیا۔ یہ معجزہ اس طاقت نے نہیں دکھایا تھا جو طاقت ان غریبوں نے ٹوٹی ہوئی تلواریں اکٹھی کر کے جمع کی تھی بلکہ یہ معجزہ اس طاقت نے دکھایا تھا جو خدا نے ان کو اپنے حضور سے دی تھی اور کہا تھا کہ میں تمہاری ٹوٹی ہوئی تلواروں کو کامیاب کر دوں گا اور غلبہ دے دوں گا اور کفار کی تلوار باوجود دنیوی لحاظ سے زیادہ طاقتور ہونے کے ناکام ہو جائے گی۔

لیکن تلوار یا ایٹم بم تو بڑی ذیلی سی چیزیں ہیں۔ اصل چیز تو انسانی فراست ہے۔ چنانچہ وہ جو کسریٰ کے تعلیمی اداروں میں پڑھے ہوئے بڑے تعلیم یافتہ لوگ تھے اور جو قیصر کے علاقوں کی درسگاہوں میں اور بڑے بڑے لاٹ پادریوں سے پڑھے ہوئے لوگ تھے جب وہ مقابلہ پر آئے تو وہ مسلمانوں سے بات نہیں کر سکتے تھے اور اب بھی غریب احمدیوں سے جو اپنے آپ کو ہیچ اور ناچیز اور لاشے سمجھتے ہوئے دعاؤں کے ذریعہ خدا سے اس کے فضل مانگتے ہیں اور اس

سے فراست مانگتے ہیں اور اس سے نورِعلم مانگتے ہیں۔ دلائل کے لحاظ سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بیس بیس، پچیس پچیس اور تیس تیس سال کے نوجوان باہر نکلتے ہیں، جب وہ یہاں پھر رہے ہوتے ہیں تو مجھے کئی دفعہ خیال آیا کہ ربوہ کے لوگ نہیں سمجھتے کہ ان کی قدر کیا ہے لیکن جب وہ افریقہ میں جاتے ہیں تو بڑے بڑے فلسفی اور بڑے بڑے عالم ان کے مقابلے میں آتے ہوئے گھبراتے ہیں اور ان سے بات کرتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ علم کی تلوار کے اندر اتنی تیزی ہو کہ کوئی اور علمی تلوار مقابل پر نہ ٹھہر سکے اور عملی نمونہ ایسا ہو کہ جو ہر ایک کا دل موہ لینے والا ہو کیونکہ جو شخص اسلام لاتا ہے وہ اپنی زندگی چھوڑ کر اسلام لاتا ہے۔ اگر ایک شخص پچاس سال کی عمر میں اسلام لاتا ہے تو اس نے جس پچاس سالہ زندگی میں وقت گزارا وہ تو ختم ہو گئی، اس کو تو ایک نئی زندگی ملے گی، اس کو تو ایک نئی روح ملے گی جس سے اس کی شکل بدل جاتی ہے، چہرے کے آثار بدل جاتے ہیں۔ ہر ہفتے دوست مجھے ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ بعض دوست جو ابھی احمدی نہیں ہوئے دوسری تیسری دفعہ بھی آتے ہیں۔ چنانچہ کسی کو مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ اب یہ احمدی ہو گئے ہیں بلکہ ان کے چہرے کی تبدیلی خود مجھے بتا دیتی ہے کہ اب وہ احمدی ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو پانے کے بعد ایک نورِ فراست ان کے چہروں پر چمکنے لگ جاتا ہے اور ایک اطمینان ان کو نصیب ہوتا ہے۔ خدا کے بندے کے پاس جو اطمینانِ قلب ہے وہ دنیا کے امیر ترین انسان کے پاس بھی نہیں اور وہ دنیا کے سب سے زیادہ طاقتور اور صاحبِ اقتدار انسان کے پاس بھی نہیں۔ ان کی دولتیں تو ان کے لئے وبالِ جان اور ان کا اقتدار ان کے لئے وبالِ جان ہیں۔ مگر خدا کا ایک بندہ معمولی کپڑوں میں ملبوس ہے، کوئی اس کو پہچانتا بھی نہیں سوائے اس کے رب کے اور اس کا دل مطمئن ہے۔ اس کے چہرے پر ایمان کی بشاشت ہے اور ایک طمانیت ہے اور اس کو کوئی فکر نہیں۔ دنیا اسے پیسنے میں لگی ہوئی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی حمد کے نعرے لگانے کی سوچ رہا ہوتا ہے۔ عجیب قوم بنا دیتا ہے خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی۔

میں بتا رہا تھا کہ چوتھی نسل کو ہر پہلو سے سنبھالنا ہے اور پھر تبلیغ کے لئے مبلغ تیار کرنے ہیں وغیرہ اور اس کے لئے پیسوں کی ضرورت ہے لیکن پیسہ اصل مقصد نہیں ہے بلکہ یہ ہماری

دوسری زیادہ اہم ذمہ داریوں کو نباہنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ بات میں احمدیوں کو بھی بتا رہا ہوں اس لئے کہ بعض دفعہ یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے پورا چندہ دے دیا ہے اور اب ہمیں مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ایسے کمزور بھی ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جی ہم نے پیسوں کی قربانی کر دی ہے لیکن پیسوں کی قربانی نہیں بلکہ تمہارے نفسوں کی قربانی چاہیئے۔ اپنے نفسوں کو خدا کے حضور پیش کر دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اسلام کی تعریف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور رضا کارانہ طور پر اپنی گردن اس طرح رکھ دینا جس طرح بکرے کی گردن قصائی جبراً اپنے سامنے رکھ دیتا ہے اور اس کے گلے پر چھری پھیر دیتا ہے۔ وہاں تو جبر ہو رہا ہے لیکن یہاں انسان رضا کارانہ طور پر اپنی گردن خدا کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھریوں سے ذبح کرنے کے لئے نہیں بھیجا اور مارنے کے لئے نہیں مبعوث کیا بلکہ جیسا کہ قرآن کریم نے دنیا کے ہر گوشے میں اعلان کر دیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو زندہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔

زندگی کے اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے مادی ذرائع کی بھی ضرورت ہے اس کے بغیر تو یہ کام نہیں ہوسکتا۔ ہمارے مبلغ باہر جاتے ہیں ان کے کرایوں پر خرچ ہوتا ہے میرے خیال میں اس پر کئی لاکھ روپیہ خرچ ہو جاتا ہے۔ مبلغوں کو تیار کرنے کے لئے اور ان کے ریفریشر کورسز کے لئے رقم کی ضرورت ہے۔ پھر لنگر خانہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لنگر خانے کی اہمیت پر اور اس کی افادیت پر بڑا زور دیا ہے اور جو بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے وہی حق ہے۔ اس کی بڑی ضرورت ہے۔ قادیان میں جماعت پر غربت کا ایک ایسا زمانہ تھا کہ یہ بات میرے حافظے میں ہے اور جب میں بچہ تھا تو بعض مشاورتوں میں میرے کانوں نے یہ بحث سنی کہ کارکنوں کو پانچ پانچ ، چھ چھ مہینے سے تنخواہ نہیں ملی کچھ فکر کرو۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ کا اتنا فضل ہے کہ اخراجات پہلے سے شاید بیس گنا زیادہ ہوگئے ہیں یا پچاس گنا زیادہ ہوگئے ہیں مگر ایک رات بھی یہ فکر نہیں رہی کہ پیسہ نہیں ہے یا کارکنوں کو تنخواہ نہیں ملے گی وغیرہ بلکہ خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے۔ میرے خیال

میں لنگر خانہ پر بشمولیت جلسہ سالانہ کے مہمان ۱۰، ۱۵ لاکھ روپیہ سال کا خرچ ہوتا ہوگا اور ہونا چاہیئے۔ اب ہم پیسے بچانے کے لئے یہ تو نہیں کر سکتے کہ جو دوست جمعہ پر باہر سے آتے ہیں اور لنگر کے مہمان ہوتے ہیں یا جو جمعرات کو عام ملاقات کے لئے آتے ہیں اور ان میں ہمارے وہ دوست بھی ہوتے ہیں جو ابھی احمدی نہیں ہوئے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ربوہ دیکھنے کے لئے اور باتیں سننے کے لئے آجاتے ہیں یا جمعرات کی ملاقات کے لئے دوست بدھ والے دن بھی آجاتے ہیں سوسو، دو دو سو آدمی آجاتا ہے۔ ان کو ہم کہیں کہ جی ہم تمہیں لنگر میں روٹی نہیں دے سکتے ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ خدا نے پیسے دے دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والا ہے۔ ہمیں تو پتا ہی نہیں لگا کہ کب اور کس طرح اس نے پیسے دے دیئے۔ میں نے اپنے بچپن کا بتایا ہے کہ خود میرے کانوں نے مشاورت میں یہ بحث سنی ہے کہ پانچ پانچ، چھ چھ مہینے ہوگئے ہیں کہ کارکنوں کو تنخواہ نہیں مل سکی اور وہ قرض پر زندہ ہیں۔

اب خدا نے وہ ساری فکریں دور کر دیں لیکن اس لئے تو دور نہیں کیں کہ ہم آرام سے سو جائیں بلکہ اس لئے دور کی ہیں کہ ہم اپنی توجہ کو دوسرے زیادہ ضروری کاموں کی طرف پھیر دیں اور غلبۂ اسلام کی مہم کے اندر ایک تیزی اور شدت پیدا کریں۔

غرض پیسہ ایک ذیلی چیز ہے۔ یہ نمبر ایک نہیں ہے بلکہ میرے خیال میں یہ سب سے آخر میں ہے بہرحال ہر ضروری کام کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں پیسے کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے لئے جماعت کی شوریٰ ایک بجٹ منظور کرتی ہے اور پیسہ تقسیم ہوجاتا ہے۔ کئی خرچ بجٹ سے زیادہ ہوجاتے ہیں اور کئی خرچ بچ جاتے ہیں۔ میں نے غالباً پہلے کسی خطبہ میں اس کے متعلق نہیں بتایا اب بتا دیتا ہوں کیونکہ جماعت کو بھی پتا لگنا چاہیئے۔ ایک وقت میں میں نے دیکھا (اس وقت میں غالباً صدر صدر انجمن احمدیہ تھا) کہ جن شعبوں میں پیسہ بچ جاتا ہے وہ سال کے آخر میں بلا ضرورت ہی اسے خرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پیسے بچے ہوئے ہیں آؤ ان کو خرچ کر دیں اور جن شعبوں کا خرچ زیادہ ہوجاتا تھا وہ بہرحال مزید رقم مانگتے تھے۔ اس واسطے ایک طریقہ یہ رائج کروایا کہ ہر تین مہینے کے بعد تین مہینے کی نسبت سے جو

خرچ بچا ہوا ہے وہ اس شعبے سے نکال لو اور ایک ریزرو بنایا کہ اس میں داخل کر دو۔خصوصاً تنخواہوں وغیرہ میں بچت ہو جاتی ہے کہ کوئی آدمی چلا گیا یا کسی نے بغیر تنخواہ کے چھٹی لے لی یا کوئی آسامی خالی پڑی رہی وغیرہ پہلے یہ شکل بنتی تھی کہ بجٹ سے اتنا زیادہ خرچ ہو گیا اور مشاورت میں رپورٹ ہوتی تھی کہ بجٹ مثلاً دس لاکھ کا بنایا تھا اور خرچ بارہ لاکھ ہو گیا (ویسے اب تو بجٹ تحریک جدید کو ملا کر ڈیڑھ کروڑ تک پہنچ گیا ہے) غرض اُس وقت بڑی مشکل پڑتی تھی اور جس وقت سے یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ان کا ریزرو بنا دو اس سال کے بعد سے میرے خیال میں ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ مشاورت کے بنائے ہوئے بجٹ سے مجموعی طور پر خرچ زیادہ ہوا ہو کیونکہ جس شعبے نے کم خرچ کیا اور اسی لئے کم خرچ کیا کہ اس کو ضرورت نہیں تھی یہ نہیں کہ اس کی ضرورت کو مدنظر نہیں رکھا گیا اس سے زائد روپیہ لے کر ریزرو میں ڈال دیا اور جس نے زیادہ خرچ کیا اس ریزرو میں سے اس کو دے دیا اور اس طرح بغیر کسی تکلیف کے بجٹ کے اندر اندر سارا کام ہو جاتا ہے۔شوریٰ ہر سال کچھ زائد آمد کا بجٹ بناتی ہے اور جماعت پر جتنا حسنِ ظن مجلس شوریٰ بجٹ آمد بناتے ہوئے کرتی ہے اس سے زیادہ آمد جماعت پیدا کر دیتی ہے۔خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ پیسہ ضائع نہ ہو۔

جب میں کالج میں تھا تو اس وقت حضرت صاحب (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ) نے مجھے بلڈنگ کے بعض حصوں کے لئے بعض افراد سے چندہ لینے کی بھی اجازت دی تھی۔ میں سب کو یہی سمجھاتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں پیسہ بہت دیا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک پیسہ بھی ضائع کرنے کے لئے نہیں دیا۔اس واسطے ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ایک پیسہ، ایک دھیلہ بھی ضائع نہ ہو بلکہ جو پیسہ ملا ہے اس کا صحیح مصرف ہونا چاہیئے۔ایک دفعہ میں یہاں سے گاڑی میں جا رہا تھا تو اس میں کچھ پڑھے لکھے اچھے عہدیدار بیٹھے ہوئے تھے، میں سٹیشن سے سوار ہوا۔جب گاڑی چلی تو وہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ بڑے امیر لوگ ہیں یہ دیکھو انہوں نے یہ بنا دیا۔سکول آیا تو کہنے لگے کہ انہوں نے اتنا بڑا سکول بنا دیا ہے بڑی امیر جماعت ہے، وہاں سے ہمارے دفاتر اور ہسپتال تو نظر نہیں آتے، پھر کالج آیا تو کہنے لگے اتنا بڑا کالج بنا دیا بہت امیر لوگ ہیں۔جس وقت ربوہ کی دولت وامارت پر ان کی تنقید ختم ہوئی تو

میں نے انہیں کہا کہ میں یہاں رہتا ہوں اور احمدی ہوں۔ ہم واقعی بہت امیر ہیں لیکن ہماری دولت روپیہ نہیں ہے، ہماری دولت وہ رحمتیں ہیں جو ہم خدا سے وصول کرتے ہیں اور وہ برکت ہے جو خدا ہمارے پیسے میں ڈالتا ہے۔ میں نے پرانے کالج کی بلڈنگ بنوائی تو وہ سستا زمانہ تھا، اس زمانے میں قریباً پندرہ روپے فٹ کے حساب سے عام عمارت بنتی تھی اور کالج کی عمارت کی تو دیواریں اونچی تھیں اور چھتیں اور قسم کی تھیں اس پر زیادہ خرچ ہونا چاہیئے تھا لیکن میں خود یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ہمارا سارا خرچ ۶، ۷ روپے فٹ کے درمیان آیا۔ خدا نے اتنی برکت ڈال دی۔

ہمیں یعنی احمدیوں میں جو منتظم ہیں ان کو خرچ کرتے وقت دیکھنا پڑتا ہے اور میرے علاوہ جواب منتظم ہیں ان کو دیکھنا چاہیئے مثلاً جب میں افسر جلسہ سالانہ تھا تو ہم نے اپنی ضرورت کی چیزوں کا باقاعدہ چارٹ بنا کر یہ ذہن میں رکھا ہوا تھا کہ فلاں چیز سال میں فلاں موسم میں سب سے سستی ہے۔ مثلاً آلو کی برداشت ۱۸، ۲۰ دسمبر سے شروع ہوتی ہے اور سب سے سستا آلو ان دنوں میں ہوتا ہے۔ کارکنوں کو بعض دفعہ تکلیف بھی ہوتی تھی مگر میں آدمی بھیجتا تھا اور کہتا تھا کہ سب سے سستا لینا ہے جاؤ فی الحال ایک وقت کا لے کر آؤ۔ پھر جاؤ اور پھر دوسرے وقت کا لے کر آؤ۔ اس طرح ہم سامان اکٹھا کرتے تھے اور ہم نے پتا نہیں کیوں بڑا لمبا عرصہ یعنی میں نے اپنا افسر جلسہ سالانہ کا قریباً سارا زمانہ خالص گھی استعمال کیا ہے، بناسپتی نہیں استعمال کیا اور خالص گھی سرگودھا کی منڈی میں جب سب سے سستا آتا تھا اس وقت ہم لے لیتے تھے۔ اسی طرح جس وقت مئی میں گندم کی پیداوار آتی تھی تو اس وقت گندم خرید کر سٹور کر لیتے تھے اس سے بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ جس وقت ایک جنس سال میں سب سے سستی ہے اس وقت اس کو خرید کر سٹور کرنا یہ ہماری ذمہ داری ہے اس کی طرف توجہ کریں اور یہ برکت ہے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے یہ عقل اور فراست دی ہے کہ خدا کے مال کو ضائع نہیں ہونے دینا اس لئے جو سستے ترین زمانے میں چیز ملتی ہے وہ خریدو اور اس کو استعمال کرو اور اس کو ضائع نہ کرو۔ کچھ تو ضائع ہو جاتی ہے مثلاً روٹی ٹوٹ جاتی ہے تو بعض لوگ اسے باسی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ باسی نہیں ہوتی۔ پھر لاکھ آدمیوں کے لئے یا اسی ہزار آدمیوں کے لئے روٹی پکتی

ہے اور اوپر نیچے پڑی رہنے کی وجہ سے اپنی بھاپ سے نرم ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کچی ہے حالانکہ اس کے بعض حصے کالے بھی ہوئے ہوتے ہیں لیکن انگلیوں کا اور زبان کا بھی احساس یہ ہوتا ہے کہ کچی ہے۔ اب کوئی ترکیب دنیا سوچے گی تو سب سے پہلے انشاء اللہ ہم اس کو استعمال کرلیں گے۔ بہرحال بہترین گندم سستے ترین زمانے میں خریدیں یہ برکت والی چیزیں ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی برکت تو اس مال میں آئے گی نا جو آپ اس کے حضور پیش کریں گے اگر آپ اس کے حضور پیش ہی نہیں کریں گے تو وہ برکت کہاں جا کر اپنا ٹھکانہ بنائے گی۔ پس جہاں تک دولت کا سوال ہے اور خدا کے مال کے خرچ کا سوال ہے خدا کا مال ہوگا تو تبھی مال کے خرچ میں برکت پیدا ہوگی۔

اس سال کے ختم ہونے میں ایک مہینہ اور کچھ دن باقی رہ گئے ہیں اور نسبتی آمد خدا تعالیٰ کے فضل سے پچھلے سال کی نسبت بہت زیادہ فرق سے اچھی ہے لیکن یاد کرانا میری ذمہ داری ہے اور آپ پر کامل حسنِ ظن رکھنا بھی میری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میری جماعت ہے، اس لئے میں آپ پر بدظنی نہیں کرتا اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ جماعت اتنی اچھی ہے کہ اس کو بس یاد کرانا ہی کافی ہے اور میں اپنے ثواب کی خاطر آپ کو یاد کر رہا ہوں کہ اس سال کی آمد کو سال کے ختم ہونے میں جو ایک مہینہ اور چند دن رہ گئے ہیں اس کے اندر پورا کریں تاکہ ہماری جو اصل ذمہ داریاں ہیں ان کو ہم پورا کرسکیں یعنی کتابوں کی اشاعت، مبلغوں کی تیاری، بچوں کی تربیت، بڑوں کے ریفریشر کورسز، دارالضیافت اور ربوہ میں آنے والوں کی خدمت۔ ربوہ کی فضا میں بھی بڑی برکت ہے۔ دنیا دار کو تو یہ بات سمجھ نہیں آتی مگر سچی بات ہم نے یہی پائی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے کہ خدا کے بندوں کے جن دیواروں کو ہاتھ لگ جائیں خدا تعالیٰ ان میں بھی برکت رکھ دیتا ہے اور جو کپڑے وہ پہن لیں خدا تعالیٰ ان میں برکت رکھ دیتا ہے اور ربوہ جو جماعت کا مرکز ہے اس کی ہوا میں بھی برکت ہے، اس کی گلیوں میں بھی برکت ہے، اس کی دیواروں میں بھی برکت ہے، اس کی سورج کی شعاعوں میں بھی دوسری جگہوں سے زیادہ برکت ہے۔ اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ یہاں آؤ اور ہماری باتیں سنو۔ کوئی چوری چھپے کی چیز تو نہیں ہے جو بات کرتے ہیں دلیل

سے کرتے ہیں اور اپنی طرف سے تو کچھ نہیں بنایا جو خدا نے کہا اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر کی اسی کو ہم آگے پہنچادیتے ہیں۔ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے، جو سمجھے اس کے لئے بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمتوں سے بہت نوازے اور جو نہ سمجھے اس کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ عجیب قوم ہے جماعت احمدیہ، جو ہم سے غصے ہوتا ہے اس کے لئے بھی ہم دعا کرتے ہیں اور جو پیار سے گلے لگنے کے لئے آگے بڑھتا ہے اس کے لئے بھی دعا کرتے ہیں۔ ہم دونوں کی خیر خواہی کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کے لئے خیر کے اور خوشحالی کے اور برکتوں کے سامان پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ ہم احمدیوں کو اپنی ذمہ داریاں نباہنے کی توفیق عطا کرے۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

۞۞۞